ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

اقبال اور مولانا رومی: فارسی حکمت، تصوف اور اسلامی فلسفہ کا تقابلی مطالعہ

Iqbal and Maulana Rumi: A Comparative Study of Persian Wisdom, Sufism, and Islamic Philosophy

☆ ***Abdul Ghafoor***

MPhil, Department of Islamic Studies, GCUF, Pakistan.

☆☆ ***Dr. Hafiz Mansoor Ahmad***

Assistant Professor (Persian), UOS

✉ *mansoor.ahmad@uos.edu.pk*

☆☆☆ ***Uzma Akbar (MPhil Urdu)***

Urdu Subject Specialist, Urdu Curriculum Leader
Teacher Trainer
O Level & A Level Teacher

Abstract

This research undertakes a comparative study of two towering intellectual and spiritual figures of the Muslim world — Allama Muhammad Iqbal and Maulana Jalaluddin Rumi. Both thinkers, though centuries apart, share deep roots in Persian literature, Islamic philosophy, and Sufism. The study explores how Iqbal, the visionary poet-philosopher of the 20th century, found intellectual and spiritual inspiration in the teachings and mystical worldview of Rumi, whom he revered as his spiritual guide or Murshid. The research investigates the philosophical underpinnings of their poetry, particularly their shared emphasis on selfhood (khudi), divine love, and the evolution of the human soul. It also examines how both thinkers employed Persian as a vehicle for expressing profound metaphysical and ethical insights. Through a comparative analysis of their poetry and philosophical ideas, this study seeks to identify both the similarities and differences in their understanding of spiritual development, divine reality, and the role of humanity in the cosmic order. The methodology adopted includes textual analysis of primary Persian texts and critical interpretations by contemporary scholars. This exploration contributes to a richer understanding of the intellectual continuity within Islamic thought, showing how classical Sufi philosophy informed modern Muslim identity and resistance to colonialism, particularly in Iqbal's thought.Ultimately, this study highlights the enduring relevance of Rumi's and Iqbal's ideas for contemporary spiritual, ethical, and philosophical discourse in the Islamic world and beyond.

Keywords:*Iqbal, Rumi, Persian literature, Sufism, Islamic philosophy, selfhood, mysticism, comparative study.*

تمہید

زیرِ نظر مضمون میں اقبال اور رومی جیسے دو عظیم صوفی شعرا اور مفکرین کے افکار و خیالات کا جائزہ لیا گیا ہے، جو نہ صرف اپنے زمانے کے فکری رہنما تھے بلکہ آج بھی اسلامی فلسفہ، تصوف اور فارسی ادب کے حوالے سے غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس موضوع کی علمی افادیت اس لیے بھی نمایاں ہے کہ اقبال نے خود کو رومی کا "مریدِ ہندی" کہا اور ان کے افکار کو اپنی فکری بنیاد کا جزو قرار دیا۔ تحقیق کا مقصد ان دونوں شخصیات کے فکری تعلق، تصوف کے مفہوم، اور انسانی ارتقا و خودی کے نظریات کو واضح کرنا ہے۔ اس تحقیق میں بنیادی سوالات یہ ہیں کہ رومی کے تصورات نے اقبال کی فکر پر کس طرح اثر ڈالا؟ دونوں کے ہاں تصوف کا مفہوم کن پہلوؤں سے یکساں اور کہاں مختلف ہے؟ اور ان کی شاعری اسلامی فلسفے کی کن جہات کو اجاگر کرتی ہے؟ ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لیے موازناتی و تجزیاتی طریقۂ کار اختیار کیا گیا ہے، جس میں ان کے کلام، خطوط، اور معروف تفسیری متون کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ فارسی ادب، اسلامی فلسفہ اور تصوف اس تحقیق کے مرکزی محاورے ہیں جو مسلم دنیا کی فکری روایت کا ایک لازمی حصہ ہیں۔

اقبال اور مولانا رومی جیسی دو عظیم شخصیات کی فکری ہم آہنگی اور روحانی ربط کو سمجھنا صرف ایک ادبی یا فلسفیانہ مطالعہ نہیں بلکہ ایک گہری دینی، روحانی اور تہذیبی روایت کی بازیافت ہے۔ اقبال، بیسویں صدی کے ایک متفکر شاعر اور فلسفی، جنہوں نے اسلامی دنیا کو خودی، بیداری اور تجدید فکر کا پیغام دیا، اور مولانا رومی، تیرہویں صدی کے صوفی شاعر، جن کی مثنوی معنوی کو اسلامی تصوف کی بلند ترین تعبیر سمجھا جاتا ہے—دونوں کے درمیان فکری و روحانی اتصال، اسلامی تہذیب کے تسلسل اور تجدید کی علامت ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

اقبال کا دینی و فلسفیانہ پس منظر

اقبال کی فکری تشکیل میں مذہبی شعور کا بنیادی کردار ہے۔اُن کی تربیت ایک ایسے ماحول میں ہوئی جہاں مذہب نہ صرف عقیدہ بلکہ عمل کا بھی مرکز تھا۔انہوں نے ابتدائی تعلیم دینی مدارس سے حاصل کی، جس کے بعد مغرب میں فلسفہ، قانون اور جدید علوم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔اس امتزاج نے اُن کے فکر میں روایتی اسلامی اقدار اور جدید فلسفیانہ اسلوب کو یکجا کر دیا۔

اقبال کے تصورِ خودی، مردِ مؤمن، اور نیابتِ الٰہی کے افکار براہ راست قرآنی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔ان کی فکر میں یہ بات نمایاں ہے کہ مسلمان کو دنیاوی غلبے کے لیے پہلے اپنی روحانی خودی کو پہچاننا چاہیے۔

وہ لکھتے ہیں:

> *"The Qur'ān is a book which emphasizes 'deed' rather than 'idea'. There is no such thing as 'salvation' in Islam."*[1]

قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو 'خیال' کی نسبت 'عمل' پر زور دیتی ہے۔اسلام میں 'نجات' کا کوئی تصور نہیں۔

یہ قول اقبال کی عملی دینی فکر کو واضح کرتا ہے۔ان کی نظر میں انسان کا مقصد محض نجات نہیں بلکہ خلافت اور فعّال کردار ادا کرنا ہے۔

مولانا رومی کی فکری اور روحانی زندگی

مولانا جلال الدین رومی اسلامی تصوف کی تاریخ میں ایک درخشندہ نام ہیں جن کی تعلیمات کا مرکزی نکتہ محبت، معرفت اور روحانی ارتقاء ہے۔ان کی سب سے مشہور کتاب "مثنوی معنوی" کو قرآنِ ثانی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں قرآنی معانی کو ایک صوفیانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

رومی فرماتے ہیں:

فَكُلُّ مَا يَكُونُ مِنَ الْحَقِّ فَهُوَ نُورٌ[2]

"جو کچھ بھی حق کی طرف سے ہوتا ہے وہ نور ہے۔"

مولانا رومی کی زندگی کا بڑا حصہ روحانی تلاش اور باطنی کمال کے حصول میں گزرا۔ان کی شیخ شمس تبریز سے ملاقات نے اُن کے باطن میں ایک زبردست روحانی انقلاب برپا کیا، جس کا اظہار اُن کی شاعری میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔

دونوں شخصیات کا قرآن، حدیث، اور اسلامی فکر سے تعلق

اقبال اور رومی دونوں کی فکر کی جڑیں قرآن و حدیث میں پیوست ہیں۔

اقبال نے حدیث کو نہ صرف ایک ماخذ ہدایت بلکہ اپنے فکر کے بنیادی ستونوں میں شمار کیا ہے۔وہ خود کو فکری طور پر "قرآن کا طالب علم" کہتے ہیں۔اقبال نے قرآن کو براہِ راست انسانی خودی کے ارتقاء سے جوڑا ہے۔

رومی کی مثنوی قرآن کے اشارات و مضامین سے بھری ہوئی ہے۔ایک معروف اقتباس میں مولانا رومی فرماتے ہیں:

"قرآن در مثنوی ہمدم بُود، جز کہ صورت در عبارت گم بُود"[3]

"قرآن مثنوی کا ہمدم ہے، فرق صرف یہ ہے کہ مثنوی کی صورت عبارت میں چھپی ہوئی ہے۔"

حدیث کے حوالے سے رومی اور اقبال دونوں کے ہاں قابلِ ذکر رجوع نظر آتا ہے۔

اقبال نے اپنی شاعری میں بارہا حدیث نبوی سے استدلال کیا، جیسا کہ "شکوہ" اور "جواب شکوہ" میں واضح ہے۔

حدیث نبوی:

إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا[4]

---

[1] Iqbāl, Muḥammad, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1989), 6

[2] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 1: 23

[3] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 2: 44

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

"اللہ تعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے آغاز پر ایک مجدد پیدا فرماتا ہے۔"

اقبال اسی مفہوم کو اپنے کلام میں یوں ادا کرتے ہیں

"ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

رومی کو اقبال کا "مرشدِ روحانی" کہنا

اقبال نے کئی مواقع پر رومی کو اپنا "مرشدِ روحانی" قرار دیا ہے۔ ان کی مشہور نظم "طلوع اسلام" میں رومی کی روحانی قیادت کا اظہار ہوتا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

"پیر رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد[5]"

رومی جیسے مرشد نے مٹی کو اکسیر کر دیا، میری خاک سے جلوے تعمیر کر دیے۔

اس رشتہ مرشدی کے بارے میں ممتاز مفکر ڈاکٹر خالد محمود فرماتے ہیں:

"Iqbal found in Rumi not just a poet but a visionary guide whose metaphysical world-view provided the key to harmonize reason and intuition." [6]

اقبال نے رومی میں صرف ایک شاعر نہیں، بلکہ ایک ایسا روحانی رہنما پایا جس کے ہاں عقل اور وجدان کا امتزاج موجود تھا۔

فارسی حکمت کا جائزہ: اقبال اور رومی کے تناظر میں

فارسی ادب کی دنیا میں حکمت ایک ایسا سرمایہ ہے جو حیاتِ انسانی کے گہرے اسرار و رموز کو واضح کرتا ہے۔ اس حکمت میں عشق، عقل، فطرت، انسان اور کائنات جیسے موضوعات کو نہایت خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ مولانا جلال الدین رومی اور علامہ محمد اقبال، فارسی حکمت کے دو ایسے ستون ہیں جنہوں نے اسلامی فکر کو صوفیانہ اور فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا۔ رومی نے اپنی مثنوی میں روحانی اسرار کو کھولا تو اقبال نے اپنی فارسی شاعری میں حکمتِ اسلامی کی نئی جہات دریافت کیں۔ دونوں کے افکار میں مشرقی حکمت کی خصوصیات نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

حکمتِ مشرق کا تعارف

حکمتِ مشرق وہ فکری ورثہ ہے جو اسلامی، ایرانی اور صوفیانہ روایت سے جنم لیتا ہے۔ اس حکمت کی بنیاد عشقِ الٰہی، خودی کی معرفت، انسانی تخلیقی صلاحیت، اور کائنات کی روحانی تعبیر پر مبنی ہے۔ مشرقی حکمت کے مطابق عقل اور عشق دونوں انسان کی روحانی ترقی اور خالق سے قرب میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، البتہ عشق کو عقل پر برتری حاصل ہے کیونکہ عشق انسان کو قربِ الٰہی کی طرف لے جاتا ہے۔

رومی اور اقبال دونوں نے حکمتِ مشرق کو عصرِ حاضر کے تناظر میں نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ اُسے زندگی بخش نئی تفسیر کے ساتھ پیش کیا۔

رومی کے ہاں حکمت: مثنوی معنوی کے اشعار کی روشنی میں

رومی کی مثنوی معنوی حکمتِ مشرق کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ اُن کے کلام میں عشق و معرفت، عقل و دانش، اور فطرت و کائنات پر عمیق غور و فکر ملتا ہے۔

رومی کہتے ہیں:

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت
شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت[7]

"عقل جب عشق کی وضاحت میں آتی ہے تو دلدل میں پھنسی ہوئی گدھے کی مانند رک جاتی ہے، عشق اور عاشقی کی تشریح صرف عشق خود کرتا ہے۔"

---

[4] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, Muslim ibn Ḥajjāj, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Nishā pūr: Dār al Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722
[5] Iqbāl, Muḥammad, *Kulliyāt-e-Iqbāl: Fārsī* (Lahore: Iqbal Academy, 1981), 232
[6] Maḥmūd, Khālid, *Iqbal and the Sufi Tradition* (Lahore: Iqbal Research Institute, 2002), 58

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

یہ اشعار عقل و عشق کے تعلق کو واضح کرتے ہیں، جہاں رومی عشق کو عقل سے برتر قرار دیتے ہیں کیونکہ عشق ہی وہ قوت ہے جو انسان کو حیاتِ حقیقی سے روشناس کرواتی ہے۔

مزید ایک مقام پر رومی کائنات کی حقیقت بیان کرتے ہیں:

ھر چہ بینی غیرِ حق آن بت بُود

آنچہ در دل بینی حق آن فَت بُود[8]

"جو کچھ تُو حق کے علاوہ دیکھتا ہے وہ بت ہے، اور جو کچھ تُو دل میں دیکھتا ہے وہی حق کا جلوہ ہے۔"

یہ اندازِ فکر حکمتِ مشرق میں معرفتِ الٰہی اور وحدت الوجودی تصورات کی نمائندگی کرتا ہے۔

اقبال کی فارسی شاعری میں حکمتِ اسلامی کا بیان

اقبال نے اسلامی حکمت کو اپنی فارسی شاعری میں نئے رنگ میں پیش کیا۔ ان کی شاعری میں خودی، عشق، عقل، اور روحانی بلندی جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔ اقبال نے مشرقی حکمت کو عصرِ حاضر کی مشکلات کے تناظر میں عملی جہت دی۔

وہ کہتے ہیں:

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اوّلیں ہے عشق

عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات[9]

عقل، دل اور نگاہ کا اولین مرشد عشق ہے؛ اگر عشق نہ ہو تو شریعت اور دین صرف تصورات کا بت خانہ بن جاتے ہیں۔

یہ شعر اقبال کے فلسفۂ عشق کو بیان کرتا ہے جہاں عشق کو دین کی اصل روح قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح اقبال کائنات کی معنویت کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

از فطرتم بسوز کہ بیگانہ ام ز خویش

بر خیز و کارِ خویش بہ انداز در فطرتم[10]

"مجھے اپنی فطرت سے آگ لگا دے کیونکہ میں خود سے بیگانہ ہوں، اٹھ اور اپنے کام کو میری فطرت میں سما دے۔"

یہاں اقبال انسان کو اس کی اصل یعنی فطرتِ الٰہی سے جوڑنے کی تلقین کرتے ہیں، جو اسلامی حکمت کا بنیادی تصور ہے۔

عقل و عشق، فطرت، انسان، اور کائنات کا مفہوم

عقل و عشق

رومی اور اقبال دونوں کی فکر میں عقل اور عشق کا ایک متوازن مگر واضح فرق موجود ہے۔ رومی عقل کو محدود جبکہ عشق کو لاتحد قوت قرار دیتے ہیں۔ اقبال بھی عقل کی افادیت کے قائل ہیں لیکن عشق کے بغیر عقل کو خشک منطق سمجھتے ہیں جو روحانی ارتقاء میں رکاوٹ بنتی ہے۔

فطرت

رومی فطرت کو "حق" کی مظہر قرار دیتے ہیں، جبکہ اقبال فطرت کو انسان کے لیے میدانِ عمل سمجھتے ہیں جہاں وہ اپنی خودی کو آزماتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ دونوں کے ہاں فطرت ایک بامعنی کائناتی اصول ہے۔

انسان

---

[7] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 1: 112

[8] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 2: 65

[9] Iqbāl, Muḥammad, *Bāl-e-Jibrīl* (Lahore: Iqbal Academy, 1935), 122

[10] Iqbāl, Muḥammad, *Asrār-e-Khudī* (Lahore: Iqbal Academy, 1915), 67

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

رومی انسان کو "عالمِ اصغر" سمجھتے ہیں جہاں تمام کائناتی اسرار سموئے ہوئے ہیں۔

اقبال انسان کو نائبِ حق اور تخلیقی قوت کا حامل سمجھتے ہیں، جو اپنی خودی کو پہچان کر کائنات پر غالب آ سکتا ہے۔

کائنات

رومی کے نزدیک کائنات مظہرِ حق ہے جو انسان کو حقیقت کی طرف گامزن کرتی ہے۔

اقبال کائنات کو ایک متغیر مگر بامقصد نظام قرار دیتے ہیں جو انسان کے تخلیقی ارتقاء کا ذریعہ بنتا ہے۔

ڈاکٹر آنس سیرت اپنی تحقیق میں رومی اور اقبال کے حکمت آموز تصورات پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

> *"Both Rumi and Iqbal utilize the concept of love to transcend rational limitations, encouraging humanity to discover its divine potential through inner transformation."*[11]

رومی اور اقبال دونوں عشق کی قوت کو استعمال کرتے ہوئے عقلی حدود سے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں، تاکہ انسان اپنے اندرونی انقلاب کے ذریعے اپنے الٰہی امکانات کو دریافت کرے۔

تصوف کا تقابلی مطالعہ: رومی اور اقبال کے تناظر میں

تصوف، اسلامی روحانیت کا وہ پہلو ہے جو انسان کو ظاہر سے باطن کی طرف، علم سے حال کی طرف، اور عبادت سے معرفت کی طرف لے جاتا ہے۔ اس کا مقصد انسان کو اللہ تعالیٰ کی قربت، اپنی حقیقت کی پہچان، اور اخلاقِ محمدی ﷺ کی کامل پیروی کی طرف مائل کرنا ہے۔ اسلامی تاریخ میں جہاں مولانا رومی کی صوفیانہ تعلیمات نے روحانی بالیدگی عطا کی، وہیں علامہ اقبال نے تصوف کو نئے زاویے سے دیکھا، اس کی اصلاح و تنقید کی، اور اسے حرکت، عمل اور خودی سے جوڑ دیا۔ اس تقابلی مطالعے میں ہم رومی اور اقبال کے تصوف کے مختلف پہلوؤں پر غور کریں گے۔

رومی کا تصوف: محبت، فنا فی اللہ، اور سلوک

مولانا رومی کے ہاں تصوف کا جو مرکزی محور ہے وہ عشق ہے — ایسا عشق جو انسان کو فنا فی اللہ کی منزل تک لے جاتا ہے۔ رومی کے نزدیک سالک کی زندگی محبت، ترکِ نفس اور سلوک کے مراحل سے عبارت ہے۔ ان کی مثنوی معنوی میں محبت کو الٰہی قرب کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے:

عاشق شو ار نہ روزے کارے کنی

دیو گردد ر آدمے یاری کنی[12]

"عاشق بن جا، ورنہ زندگی بے کار ہے؛ اگر تو عشق نہ کرے تو دیو بن کر آدمی کی شکل میں زندگی گزارے گا۔"

رومی کے تصوف میں فنا اور بقا کی اصطلاحات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ فنا کا مطلب ہے اپنے نفس، خواہشات اور خودی کو مٹا کر اللہ کی ذات میں مکمل تحلیل ہو جانا۔ سلوک کا سفر رومی کے ہاں تربیت، مجاہدہ، اور مرشد کامل کی رہنمائی کے ساتھ طے ہوتا ہے۔

اقبال کا تنقیدی و اجتہادی تصوف: فعال، متحرک اور حیات بخش

اقبال نے تصوف کی ان صورتوں پر تنقید کی جو جمود، ترکِ دنیا، اور بے عملی کی نمائندہ تھیں۔ ان کے نزدیک تصوف وہی معتبر ہے جو عقل، عشق اور عمل کو یکجا کرے اور فرد کو زندگی کی سعی و جدوجہد سے وابستہ رکھے۔ اقبال نے حقیقی صوفی کو متحرک، بیدار، اور فعال انسان تصور کیا:

دل مردہ دل نیست، یہ دل ہے کہ دل نیست

دستِ دلِ زندہ بدست آور و کارے کن

مردہ دل دل نہیں ہوتا، وہ دل ہی نہیں؛ زندہ دل کو ہاتھ میں لے اور کوئی کام کر[13] !

---

[11] Sīrat, Ānas, *Sufi Metaphysics in Rumi and Iqbal* (Karachi: University Publications, 2005), 102

[12] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 1: 210

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

اقبال کے تصوف میں خودی ایک مرکزی تصور ہے جو سالک کو شعور، آزادی، اور تعمیری قوت سے نوازتا ہے۔ ان کا اجتہادی صوفی دنیا میں رہ کر اللہ کی نیابت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کا تقابلی اظہار

رومی کے ہاں عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ لازم و ملزوم ہیں۔ وہ عشق کو انسان کی معراج سمجھتے ہیں اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو اللہ کے عشق تک پہنچنے کا ذریعہ تصور کرتے ہیں:

چونکہ عشق آمد، فضا پر نور شد
صُبحِ صادق در دلِ عاشق دمید [14]

"جب عشق آیا، ساری فضا منور ہو گئی، عاشق کے دل میں صادق صبح کی روشنی چمکنے لگی۔"

اقبال کے ہاں بھی عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی جڑیں گہری ہیں، مگر وہ عشق کو ایک متحرک اور انقلابی قوت بناتے ہیں:

کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں [15]

اگر تُو نے محمد ﷺ سے وفاداری کی تو ہم تیرے ہیں؛ پھر یہ دنیا کیا چیز ہے، تقدیر کی تختی اور قلم بھی تیرے ہیں

اقبال کے یہاں عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے ہی خودی کو جِلا ملتی ہے اور فرد کو معاشرتی تبدیلی کے قابل بنایا جاتا ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا موازنہ

وحدت الوجود (Unity of Being) کی اصطلاح ابن عربیؒ سے منسوب ہے جس کے مطابق وجود حقیقی صرف اللہ کا ہے، باقی سب مظاہر فانی ہیں۔ رومی اس نظریے کے قریب تر دکھائی دیتے ہیں جہاں ہر شے میں تجلیاتِ حق نظر آتی ہیں۔

رومی لکھتے ہیں:

ہر چہ بینی جز خُدا آن بت بُوَد
در دلِ عاشق خدا بی حد بُوَد

"جو کچھ تُو اللہ کے سوا دیکھتا ہے وہ بت ہے، عاشق کے دل میں اللہ کی کوئی حد نہیں۔[16]"

جبکہ وحدت الشہود (Unity of Perception) کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی تجلیات کا مشاہدہ بندے کے شعور میں ہوتا ہے، مگر اللہ اور مخلوق کا وجود جداگانہ ہوتا ہے۔ اقبال وحدت الوجود کے مخالف نظر آتے ہیں اور وحدت الشہود کے قائل ہیں، جیسا کہ ان کی متعدد نظموں سے ظاہر ہوتا ہے۔

اقبال کے نزدیک انسان ایک آزاد اور خلاق وجود رکھتا ہے جو اللہ کے قرب کے باوجود اپنی انفرادیت برقرار رکھتا ہے۔ ان کے نزدیک انسانی خودی کی بقا ہی انسان کو خدا کی نیابت کے مقام پر فائز کرتی ہے۔

ڈاکٹر سید نذیر نیازی لکھتے ہیں:

> *"Iqbal admired the mysticism of Rumi but reshaped it in the mould of his own philosophical vision, emphasizing will, movement, and action."* [17]

---

[13] Iqbāl, Muḥammad, *Asrār-e-Khudī* (Lahore: Iqbal Academy, 1915), 39
[14] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 3: 85
[15] Iqbāl, Muḥammad, *Bāl-e-Jibrīl* (Lahore: Iqbal Academy, 1935), 112
[16] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 2: 145
[17] Niyāzī, Sayyid Naẓīr, *Iqbal's Thought and Contemporary Philosophy* (Lahore: Iqbal Academy, 1955), 87

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

اقبال نے رومی کے تصوف کی تحسین کی، لیکن اسے اپنی فلسفیانہ بصیرت کے سانچے میں ڈھال دیا، جس کی بنیاد ارادہ، حرکت اور عمل پر تھی۔

اسلامی فلسفے کا اظہار: رومی و اقبال کے تناظر میں

اسلامی فلسفہ ایک جامع فکری نظام ہے جو انسان کی حقیقت، مقصدِ زندگی، آزادی، اور کائنات کے بارے میں سوالات کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس فلسفے کی بنیاد قرآن اور حدیث پر ہے، اور یہ عقل، ایمان، اور روحانیت کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ مولانا رومی اور علامہ اقبال دونوں اسلامی فلسفے کے عظیم نمائندے ہیں جنہوں نے اپنی شاعری اور تصوف کے ذریعے انسان کی حقیقت اور مقصدِ زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان دونوں کی فکری تحریکات میں، اگرچہ تصوف کے بنیادی تصورات موجود ہیں، تاہم ان کی فکر میں مختلف نقطہ نظر اور تشریحات ملتی ہیں۔ ہم اس باب میں رومی اور اقبال کے فلسفے کا تقابلی جائزہ لیں گے، جس میں اسلامی انسان شناسی، خودی، عقل، روح، آزادی، اور کائنات کے حوالے سے ان کی سوچ پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

اسلامی انسان شناسی (Anthropology)

رومی کا انسانِ کامل

مولانا رومی کے ہاں *انسانِ کامل* وہ فرد ہے جو اللہ کی تجلیات کا مظہر بن چکا ہو، اور اس کی روح میں خدا کی صفات پوری طرح ظاہر ہو چکی ہوں۔ رومی کی نظر میں انسان کا مقصد اپنی خودی کو فنا کر کے اللہ کے ساتھ وحدت میں ضم ہو جانا ہے۔ انسانِ کامل کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس، خواہشات، اور دنیاوی لذتوں کو مٹا کر اللہ کے قریب پہنچتا ہے۔ رومی کی مثنوی معنوی میں انسانِ کامل کا تصور بار بار آیا ہے، جہاں وہ انسان کو اللہ کا خلیفہ اور کامل وجود سمجھتے ہیں:

گر تو می خواهی که کمال یابی
باید از خویش بدوری و فریب[18]

"اگر تو کمال پانا چاہتا ہے تو خود سے دور ہو جا، کیونکہ انسان کی حقیقت صرف خدا میں ہے۔"

رومی کے یہاں انسان کی تکمیل کا سفر عشق اور معرفت کی راہ سے ہوتا ہے، جہاں انسان اپنی کمزوریوں کو ترک کر کے مکمل طور پر اللہ کے حکم کے تابع ہو جاتا ہے۔

اقبال کا "مردِ مؤمن"

اقبال کے ہاں *مردِ مؤمن* کا تصور رومی کے انسانِ کامل سے مختلف ہے۔ اقبال نے *مردِ مؤمن* کو ایک فعال، متحرک، اور خودی کے حامل انسان کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک *مردِ مؤمن* کا کردار صرف روحانیت تک محدود نہیں ہے، بلکہ وہ دنیا میں عملی طور پر تبدیلی لانے والا فرد ہوتا ہے۔ *مردِ مؤمن* کو خودی کا شعور ہوتا ہے، اور وہ اللہ کی رضا کے مطابق اپنی تقدیر خود تخلیق کرتا ہے:

خُدی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خُدا بندے سے خود پُوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟[19]

اقبال کے یہاں *مردِ مؤمن* وہ فرد ہوتا ہے جو اللہ کی رضا کے تحت اپنی زندگی کو خود مرتب کرتا ہے، اس میں وہ عملی اور فکری طور پر زندہ ہوتا ہے، اور اس کا مقصد روحانیت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کرنا ہے۔

خودی و بیخودی

رومی کا تصورِ خودی اور بیخودی

رومی کے فلسفے میں خودی کا تصور انفرادیت اور خودی کے اظہار سے جڑا ہوا ہے، لیکن یہ خودی بالآخر اللہ کی مرضی کے تابع ہو جاتی ہے۔ بیخودی، یعنی اپنی خودی کو مٹانا، رومی کے نزدیک اللہ کی محبت اور فناء فی اللہ کے راستے کی علامت ہے۔ رومی کے مطابق، انسان اپنی انفرادی خودی کو فنا کر کے اللہ کی وحدت میں ضم ہو جاتا ہے:

[18] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 4: 89

[19] Iqbāl, Muḥammad, *Bang-e-Dra* (Lahore: Iqbal Academy, 1924), 89

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

تاشُوی زحمتکشِ نفسِ خویش

فنا در میانِ درگاہِ ایزدی[20]

"جب تُو اپنی ذات کی زحمتوں کو مٹائے گا، تو اللہ کی بارگاہ میں فنا ہو جائے گا۔"

اقبال کا تصورِ خودی

اقبال کے فلسفے میں خودی کا تصور ایک خود مختار، طاقتور، اور بیدار شخصیت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اقبال کے نزدیک، خودی انسان کا بنیادی جوہر ہے، اور اسے تخلیقی قوت کے طور پر زندہ رکھا جانا چاہیے۔ ان کے مطابق، انسان کی ترقی اور کامیابی کا راز اپنی خودی کو مضبوط بنانے میں ہے:

خُدی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خُدا بندے سے خود پُوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟[21]

اقبال کا تصورِ خودی ایک ایسا تصور ہے جس میں انسان کی انفرادیت کو محفوظ رکھتے ہوئے اسے اللہ کی رضا کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔

عقل، روح، اور آزادی کا تصور

رومی کا عقل اور روح کا تعلق

رومی کے فلسفے میں عقل اور روح دونوں کی اہمیت ہے، لیکن رومی نے عقل کو محدود اور روح کو ابدی حقیقت کے طور پر پیش کیا۔ وہ روح کو اللہ کے قریب جانے کے راستے کے طور پر دیکھتے ہیں، جبکہ عقل کو اس راستے کی رہنمائی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ رومی کا کہنا ہے کہ عقل انسان کی حقیقت کو مکمل طور پر سمجھنے کے قابل نہیں ہے:

عقل کو بنیاد دریا کی سمجھ آئی

روح کو دریا کی حقیقت ملی[22]

اقبال کا عقل و روح کا تصور

اقبال کے ہاں عقل اور روح دونوں کی اہمیت ہے، لیکن اقبال نے عقل کو انسان کی خودی کی ترقی کے لیے ایک ذریعہ سمجھا، نہ کہ ایک مقصد۔ وہ روح کو اللہ کے ساتھ تعلق کا ذریعہ مانتے ہیں، اور عقل کو دنیا کے معاملات میں انسان کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ اقبال نے عقل و روح کے تعلق کو متوازن انداز میں پیش کیا:

عقل و دل کی راہ میں ایک خطِ مستقیم ہے

عقل سے کام لوں، دل سے بھی رہوں بے قرار[23]

کائنات، تقدیر، اور فاعلیت کا نکتہ نظر

رومی کا کائنات اور تقدیر کا تصور

رومی کے نزدیک کائنات اللہ کی تجلیات کا مظہر ہے، اور تقدیر کا ہر پہلو اللہ کی مرضی سے جڑا ہوا ہے۔ وہ انسان کو تقدیر کے تابع مانتے ہیں، مگر اس کے باوجود انسان کو اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے کوشش اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے:

در مقامِ تقدیر ہر شے جزوِ خواب است

ہر کس کہ در تقدیرش نقشی برماند[24]

---

[20] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 2: 203

[21] Iqbāl, Muḥammad, *Bang-e-Dra* (Lahore: Iqbal Academy, 1924), 89

[22] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 6: 10

[23] Iqbāl, Muḥammad, *Asrār-e-Khudī* (Lahore: Iqbal Academy, 1915), 54

[24] Rūmī, Jalāl al-Dīn, *Mathnawī-yi Maʿnawī* (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1374 AH), 4: 201

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

اقبال کا کائنات اور تقدیر کا تصور

اقبال کے ہاں کائنات کا مقصد انسان کی فطرت کے مطابق ترقی ہے، اور تقدیر کو انسان کے اپنے ہاتھ میں دینے کی بات کی گئی ہے۔ اقبال نے تقدیر کو انسان کی طاقت اور ارادے سے مشروط کیا، اور اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ انسان تقدیر کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے:

تقدیر کا مفہوم وہی ہوگا جو میں چاہوں
لیکن اس کے لیے مجھ میں عزم اور عمل ہونا چاہیے [25]

رومی اور اقبال دونوں نے اسلامی فلسفہ اور تصوف کو اپنی اپنی فکری بصیرت سے نئے زاویوں سے پیش کیا۔ رومی کا تصوف اللہ کے ساتھ مکمل ضم ہونے کا راستہ ہے، جبکہ اقبال کے ہاں تصوف انسان کو خودی، عمل اور معاشرتی تبدیلی کی طرف مائل کرتا ہے۔ دونوں نے انسان کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی، لیکن ان کے فلسفے میں فرق یہ ہے کہ رومی نے بیخودی اور فنا کو اہمیت دی، جبکہ اقبال نے خودی اور عمل کو مرکزی حیثیت دی۔

اقبال پر رومی کا اثر

علامہ اقبال کی فکری شخصیت میں مولانا رومی کے اثرات کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ اقبال نے اپنی شاعری اور فلسفے میں رومی کے تصوف، انسانیت، اور خودی کے تصور کو بڑی گہرائی سے اپنایا۔ رومی کی تعلیمات نے اقبال کی فکری تشکیل میں نہ صرف رہنمائی فراہم کی، بلکہ ان کے کائناتی نظریات، انسان شناسی اور روحانیت کے زاویوں میں بھی انقلاب برپا کیا۔ اقبال کے ہاں رومی کے اثرات کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے، خاص طور پر ان کی فارسی شاعری میں، جہاں رومی کے اقوال اور استعارات کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

اقبال کا اعترافِ شاگردی

اقبال نے ہمیشہ رومی کو اپنا روحانی مرشد اور فکری رہنما تسلیم کیا۔ ان کی شاعری میں رومی کے اثرات واضح طور پر جھلکتے ہیں، اور اقبال نے رومی کو "مرشدِ روحانی" کے طور پر اپنی فکری راہنمائی کا اعتراف کیا۔ اقبال نے رومی کے خودی اور فنافی اللہ کے تصورات کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا اور ان کو اپنی شاعری میں جگہ دی۔ اقبال نے رومی کو اپنے لیے ایک اُستاد کی حیثیت سے تسلیم کیا، اور اس کا اظہار ان کے اشعار میں بار بار ہوتا ہے:

یادِ رومی ہے، اے فطرت! تیرے دل میں
چند مٹھی مٹی سے زرخیز بستیاں [26]

یہ اشعار اقبال کے رومی کے ساتھ روحانی تعلق کو ظاہر کرتے ہیں، جہاں وہ اپنی شاعری میں رومی کی تعلیمات کو دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔

فارسی اشعار میں رومی کے اقوال و استعارات

اقبال کی فارسی شاعری میں رومی کے اقوال اور استعارات کا گہرا اثر ہے، جس میں خودی کی اہمیت اور محبتِ الٰہی کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اقبال نے رومی کے "عشق" کے تصور کو اپنی شاعری میں نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اسے اپنی روحانیت کی اساس بھی بنایا۔ رومی کا عشقِ الٰہی اقبال کے لیے ایک متحرک اور جاندار قوت بن گیا جو انسان کو اپنی حقیقت کی تلاش میں مدد دیتی ہے۔ اقبال کی فارسی شاعری میں رومی کی تعلیمات اور ان کے اقوال کا بار بار حوالہ دیا گیا ہے، جیسے:

"تو خودی کا سرِّ ہی ہے، فلاں ہو یا رومی
ابھی بے خودی میں تجھ سے بھر جائے گا [27]"

یہاں اقبال نے رومی کے خودی کے فلسفے کو اپنی شاعری میں بیان کیا اور اسے اپنی تعلیمات کے مرکز میں رکھا۔

---

[25] Iqbāl, Muḥammad, *Bāl-e-Jibrīl* (Lahore: Iqbal Academy, 1935), 134
[26] Iqbāl, Muḥammad, *Bang-e-Dara* (Lahore: Iqbal Academy, 1924), 132
[27] Iqbāl, Muḥammad, *Payām-e-Mashriq* (Lahore: Iqbal Academy, 1923), 68

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

پیغامِ مشرق، اسرارِ خودی میں رومی کا فکری تسلسل

اقبال کی پیغامِ مشرق اور اسرارِ خودی میں رومی کا فکری تسلسل بہت واضح نظر آتا ہے۔ پیغامِ مشرق میں اقبال نے مشرق کی قدیم فکری روایتوں کو نئے انداز میں پیش کیا، جس میں رومی کی تصوف کی تعلیمات کا گہرا اثر ہے۔ رومی کی تعلیمات میں جہاں انسان کی روحانی تکمیل کا راستہ خودی اور فنا فی اللہ سے جڑا تھا، اقبال نے انہی تصورات کو اپنی شاعری میں نئے انداز میں پیش کیا۔

اسرارِ خودی میں اقبال نے انسان کی اندرونی قوت اور خودی کے احساس کو اجاگر کیا، جو رومی کی تعلیمات کا تسلسل معلوم ہوتا ہے۔ اقبال کا یہ کہنا کہ "خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پُوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟"، بالکل رومی کے تصورِ خودی کی تائید کرتا ہے، جہاں انسان کی خودی کو اللہ کی رضا کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

رومی کی تعلیمات کا جدید تناظر میں اقبال کی تعبیر

اقبال نے رومی کی تعلیمات کو اپنے جدید فلسفے اور شاعری میں ایک نئے تناظر میں پیش کیا۔ رومی کا تصورِ عشقِ الٰہی اور خودی کے فلسفے کو اقبال نے جدید دنیا کے چیلنجز اور مسائل کے تناظر میں پیش کیا۔ اقبال کے نزدیک رومی کی تعلیمات صرف روحانیت تک محدود نہیں ہیں بلکہ یہ انسان کو دنیا میں اپنی حقیقت کو تسلیم کرنے اور دنیاوی چیلنجز کا سامنا کرنے کی قوت فراہم کرتی ہیں۔ اقبال کا یہ کہنا کہ "خُدی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پُوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟" رومی کے فلسفے کا ہی جدید فہم ہے، جس میں انسان کو اپنی تقدیر خود بنانے کی آزادی دی گئی ہے۔

اقبال نے رومی کے تصوف کو اپنی شاعری میں جدید فکری تناظر میں پیش کیا اور اس کے ذریعے ایک نئے دور کے انسان کے لیے رہنمائی فراہم کی۔ ان کے نزدیک رومی کا تصوف صرف فرد کی روحانی تکمیل کا ذریعہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک معاشرتی انقلاب کی طرف بھی رہنمائی کرتا تھا، جہاں انسان اپنی خودی کو بلند کر کے عالمی سطح پر تبدیلی لا سکتا ہے۔ اقبال کے ہاں رومی کا اثر ایک گہرا اور ہمہ گیر ہے، جس نے ان کی شاعری، فلسفے، اور انسان شناسی کو ایک نئی جہت دی۔ اقبال نے رومی کی تعلیمات کو اپنی فکر میں شامل کیا اور ان کے تصوف اور خودی کے فلسفے کو جدید دور کے انسان کے لیے نئے انداز میں پیش کیا۔ رومی کی خودی اور عشقِ الٰہی کے تصورات نے اقبال کی شاعری میں ایک انقلابی اثر ڈالا، جس کی جھلک ہمیں اسرارِ خودی اور پیغامِ مشرق میں واضح طور پر ملتی ہے۔

عصرِ حاضر کے لیے اقبال و رومی کی فکری معنویت

اقبال اور رومی کی فکری تعلیمات نہ صرف ان کے دور کے لیے اہم تھیں، بلکہ آج کے دور میں بھی ان کی معنویت اور افادیت بے پناہ ہے۔ موجودہ دور میں جہاں مادیت، بے معنویت، اور روحانی خلا انسانیت کے لیے بڑے مسائل بن چکے ہیں، وہاں اقبال اور رومی کے تصورات ہمیں ان مشکلات کا حل فراہم کرتے ہیں۔ ان کی تعلیمات میں روحانی نشوونما، انسان کی خودی کی تکمیل، اور اللہ سے تعلق کو مضبوط کرنے کی دعوت دی گئی ہے، جو کہ آج کے معاشرتی بحرانوں کا مؤثر علاج ہو سکتی ہے۔

مادیت، بے معنویت، اور روحانی خلا کا علاج

عصرِ حاضر میں مادیت کی بڑھتی ہوئی غالبیت نے انسان کو روحانی خلا میں مبتلا کر دیا ہے۔ اقبال اور رومی دونوں نے اس خلا کو بھرنے کے لیے روحانیت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ رومی نے عشقِ الٰہی اور فنا فی اللہ کو روحانی بقا کا ذریعہ قرار دیا، اور اقبال نے خودی اور فرد کی خود مختاری کے ذریعے انسان کو اپنے اندرونی جہان کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ اقبال کا یہ قول کہ:

"خُدی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پُوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟"[28]

یہ اقبال کا پیغام ہے کہ انسان کو اپنی روحانیت کے ذریعے اپنی تقدیر کو بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، اور رومی کی طرح عشقِ الٰہی کی راہ اپنانی چاہیے۔

اقبال اور رومی دونوں نے انسان کو مادیت سے بلند ہو کر روحانیت کی طرف متوجہ ہونے کی ہدایت دی ہے تاکہ انسان اپنے اندر کی حقیقت کو جان سکے اور دنیا کے فانی عیش و آرام سے بلند ہو کر زندگی کی اصل حقیقت کو پہچان سکے۔

[28] Iqbāl, Muḥammad, *Bang-e-Dara* (Lahore: Iqbal Academy, 1924), 132

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

نوجوان نسل کے لیے تربیتی پیغام

آج کے نوجوانوں کو اپنے اندر کی حقیقت کو دریافت کرنے اور اپنی زندگی کا مقصد سمجھنے کی ضرورت ہے، جو کہ اقبال اور رومی کی تعلیمات کا بنیادی پیغام ہے۔ اقبال نے نوجوانوں کو خودی کے فلسفے سے آشنا کیا اور انہیں اپنی صلاحیتوں کو جلاء دینے کی ترغیب دی۔ رومی کی تعلیمات میں بھی نوجوانوں کے لیے ایک واضح پیغام ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کریں اور اپنی روحانیت کی نشوونما کریں۔ اقبال کا یہ کہنا کہ:

"ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
تھوڑا ہے جو ہم میں، بڑا ہے، جہاں اور بھی ہیں[29]"

یہ نوجوانوں کے لیے ایک ترغیب ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بڑھا کر نئے امکانات کو تلاش کریں، اور رومی کا عشقِ الٰہی ان کے لیے ایک راہنمائی فراہم کرتا ہے کہ روحانی ارتقاء کے ذریعے وہ اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں۔

امتِ مسلمہ کی فکری و اخلاقی اصلاح

اقبال اور رومی دونوں نے امتِ مسلمہ کی فکری اور اخلاقی اصلاح کے لیے بے شمار پیغامات دیئے ہیں۔ اقبال نے مسلمانوں کو اپنی خودی اور فکری آزادی کی طرف بلایا اور انہیں اپنی تقدیر خود بنانے کی ترغیب دی۔ رومی نے مسلمانوں کو عشقِ الٰہی اور تعلق مع اللہ کے ذریعے اپنی اخلاقی اصلاح کی طرف متوجہ کیا۔ اقبال نے کہا تھا:

"مسلماں ہو تو، اپنی تقدیر خود بنا،
نہیں ہے کسے کے حکم کا قائل، یہ خودی ہے تجھ سے[30]"

اس پیغام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنی فکری اور اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کے لیے خود کو بلند کریں، اور رومی کے تصوف کی مدد سے اپنی روحانیت کو مضبوط کریں۔

انسان دوستی، وحدتِ انسانی، اور امن کا پیغام

اقبال اور رومی دونوں نے انسان دوستی، وحدتِ انسانی، اور امن کا پیغام دیا ہے۔ رومی کی تعلیمات میں انسانیت کے لیے محبت اور ہمدردی کا پیغام موجود ہے، اور اقبال نے اپنی شاعری میں عالمی سطح پر امن اور بھائی چارے کی ضرورت پر زور دیا۔ اقبال کا کہنا تھا:

"یورپ نے ہمیں دکھا دیا ہے جمہوریت کا راز
ہم نے تو چین کو امن کا علم سکھایا ہے[31]"

یہ اقبال کا پیغام تھا کہ انسانیت کی ترقی اور فلاح کے لیے عالمی سطح پر امن اور محبت کی ضرورت ہے، اور رومی کی تعلیمات میں بھی یہی پیغام ہے کہ انسان کو اللہ اور اس کے مخلوق کے ساتھ تعلق مضبوط کرنا چاہیے، تاکہ امن اور اتحاد کی فضا قائم ہو سکے۔

اقبال اور رومی کی فکری تعلیمات آج کے دور کے انسانوں کے لیے ایک رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ مادیت اور بے معنویت کی بڑھتی ہوئی غالبیت کے دور میں اقبال اور رومی کا پیغام ایک نیا روشنی فراہم کرتا ہے۔ نوجوانوں کو اپنی خودی کی حقیقت کو پہچاننے اور اخلاقی و فکری سطح پر اپنی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے، اور امتِ مسلمہ کو ایک بہتر معاشرتی اور روحانی تبدیلی کی طرف بلانے کا عمل ضروری ہے۔ اقبال اور رومی کا پیغام انسان دوستی، محبت اور امن کا ہے جو آج کے دور میں بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ ان کے زمانے میں تھا۔

خلاصہ کلام

اقبال اور رومی دونوں نے اسلامی فکر میں گہرے اثرات چھوڑے ہیں اور ان کی تعلیمات نے امتِ مسلمہ کی فکری و روحانی نشوونما میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان دونوں مفکرین نے اپنی اپنی روشنی میں اسلامی عقائد، حکمت، اور تصوف کو نئے انداز میں پیش کیا، جس نے نہ صرف ان کے اپنے زمانے کو متاثر کیا بلکہ آج کے دور میں بھی ان کی فکری افادیت برقرار ہے۔ اس باب میں ہم دونوں مفکرین کے کردار، حکمت و تصوف کے امتزاج، اور ان کے پیغامات کی عصرِ جدید میں افادیت کا تجزیہ کریں گے، ساتھ ہی ان کے درمیان فکری ربط، اختلافات اور تکمیلی پہلوؤں پر بھی غور کریں گے۔

---

[29] Iqbāl, Muḥammad, *Bang-e-Dara* (Lahore: Iqbal Academy, 1924), 54
[30] Iqbāl, Muḥammad, *Payām-e-Mashriq* (Lahore: Iqbal Academy, 1923), 76
[31] Iqbāl, Muḥammad, *Bang-e-Dara* (Lahore: Iqbal Academy, 1924), 155

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.02 (2025)

رومی اور اقبال دونوں نے اسلامی فکر کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا ہے۔ رومی نے تصوف اور روحانیت کے میدان میں ایسی گہری بصیرت فراہم کی کہ اس کے ذریعے انسانیت کا نیا شعور بیدار ہوا۔ ان کی شاعری اور تدریس میں اللہ کے ساتھ تعلق، عشقِ الٰہی، اور فنافی اللہ کے تصورات اجاگر ہوئے۔ رومی نے "اسلامی تصوف" کے ذریعے انسان کو اللہ سے محبت اور تعلق کا صحیح مفہوم سمجھایا، اور انسان کی روحانی ارتقا کی راہ دکھائی۔ اقبال نے اس راہ کو نیا رنگ دیتے ہوئے "خودی" کا تصور پیش کیا، جس میں فرد کی خود مختاری اور جدوجہد کو مرکزی حیثیت دی گئی۔ اقبال نے اپنی شاعری میں اسلامی فلسفے کی اس جدید تعبیر کو پیش کیا جس میں عقل اور روحانیت کا امتزاج تھا۔

"خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا، تیری رضا کیا ہے؟[32]"

یہ اقبال کا پیغام تھا کہ انسان اپنی داخلی طاقت کو پہچانے اور اپنی تقدیر خود بنائے۔ اس طرح، اقبال اور رومی دونوں نے اسلامی فکر کو اس انداز میں پیش کیا جس نے مسلمان کی فکری اور روحانی ترقی کے نئے راستے کھولے۔ رومی اور اقبال دونوں کی تعلیمات میں حکمت اور تصوف کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ رومی نے تصوف کو ایک ایسے روحانی سفر کے طور پر پیش کیا جس میں انسان اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرتا ہے اور اپنے نفس کو فنا کر کے اللہ کی قربت حاصل کرتا ہے۔ رومی کے تصوف میں عشقِ الٰہی اور فنافی اللہ کے تصورات کا غلبہ تھا، جنہیں انہوں نے اپنی مشہور کتاب مثنوی معنوی میں بیان کیا۔ اقبال نے تصوف کے اس تصور کو جدید معانی کے ساتھ پیش کیا اور خودی اور عمل کی اہمیت پر زور دیا۔ اقبال کے مطابق تصوف صرف روحانی طور پر انسان کے نفس کو فنا کرنے کا عمل نہیں، بلکہ یہ ایک متحرک اور فعال زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں انسان اپنی منزل کو اپنی جدوجہد سے حاصل کرتا ہے۔ اقبال کا یہ پیغام رومی کے تصوف سے ہم آہنگ تھا، لیکن انہوں نے اسے ایک فعال اور عملی انداز میں پیش کیا۔ عصرِ جدید میں جہاں مادیت اور بے معنویت کی بڑھتی ہوئی غالبیت نے انسانیت کو بحران میں مبتلا کر دیا ہے، اقبال اور رومی کی تعلیمات کی افادیت آج بھی برقرار ہے۔ رومی کی تصوف کی تعلیمات انسان کو روحانی سکون اور اللہ کے ساتھ تعلق کی اہمیت سکھاتی ہیں، جبکہ اقبال کا پیغام انسان کو اپنی خودی اور ذہنی آزادی کے ذریعے اپنی تقدیر بدلنے کی ترغیب دیتا ہے۔ دونوں مفکرین کے پیغامات میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ انسان کو اپنی حقیقت کو سمجھنا ہوگا، تاکہ وہ دنیا کے مادہ پرست نظام سے آزاد ہو سکے اور اپنی روحانیت کی نشوونما کرے۔ رومی کے تصوف میں انسان کی فطری بے چینیاں اور روحانی تجسس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جبکہ اقبال نے اپنے فلسفے میں انسان کو ایک نیا شعور دینے کی کوشش کی ہے تاکہ وہ اپنے معاشرتی اور اخلاقی فرض کو بہتر طریقے سے انجام دے سکے۔ رومی اور اقبال کے درمیان فکری ربط واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ دونوں ہی فکروں میں انسان کو اپنے اندر کی حقیقت کو پہچاننے اور اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ جہاں رومی نے تصوف میں عشقِ الٰہی اور فنافی اللہ کی تعلیم دی، اقبال نے خودی اور عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ البتہ، ان دونوں کے درمیان کچھ اہم اختلافات بھی ہیں۔ رومی کا تصوف زیادہ داخلی نوعیت کا تھا، جبکہ اقبال نے تصوف کے ساتھ ساتھ معاشرتی جدوجہد کو بھی اہمیت دی۔ اقبال کے مطابق، انسان کی خودی کو بلند کرنا صرف روحانی ترقی کا نہیں بلکہ معاشرتی و ثقافتی ترقی کا بھی باعث بنتا ہے، جو رومی کے تصوف کے مقابلے میں ایک جدید نقطہ نظر ہے۔ اگرچہ دونوں کی فکریات میں اختلافات ہیں، لیکن ان کے پیغامات ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ رومی کی روحانیت اقبال کے خودی کے فلسفے کے لیے ایک بنیاد فراہم کرتی ہے، اور اقبال کا پیغام رومی کے تصوف کو ایک عملی راستہ فراہم کرتا ہے۔ رومی اور اقبال کی فکری تعلیمات نے نہ صرف اسلامی فکر کو نیا رنگ دیا بلکہ عصرِ حاضر کے انسانوں کے لیے ایک جدید روحانی اور فکری رہنمائی فراہم کی۔ ان دونوں مفکرین نے اسلامی تصوف، حکمت اور فلسفہ کو اس انداز میں پیش کیا کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کی روحانی ضروریات کو پورا کرتے ہیں بلکہ انسانیت کی فلاح کے لیے بھی ایک جامع پیغام فراہم کرتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے ہم نہ صرف اپنی روحانیت کی گہرائی میں جا سکتے ہیں بلکہ ایک بہتر معاشرتی اور اخلاقی زندگی گزارنے کے لیے بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

[32] Iqbāl, Muḥammad, *Bang-e-Dara* (Lahore: Iqbal Academy, 1924), 132